۴

غزہ: تعمیرِ نو کی سیاست

نیری زِلبر

خلاصہ:

جنگ میں غزہ کی تباہی کے بعد اب توجہ اس کی تعمیر نو کی جانب منتقل ہو رہی ہے۔ اب بھی بڑے پیمانے پر بین الاقوامی امداد کی راہ میں بڑی رکاوٹ غزہ پر حماس کا کنٹرول ہے۔ اہم ترین سوال یہ ہے کہ کیا فلسطینی اتھارٹی حماس کی جگہ غزہ کا انتظام سنبھالنے کے لیے واقعی تیار ہے۔ ماضی میں امداد کنندگان کے اکثر وعدے ایفا نہ ہو سکے۔ وجوہات سیاسی اور سلامتی سے متعلق تھیں۔ حماس اور فتح کے درمیان مستقبل کے لیے کشمکش جاری رہے گی۔

کسی بھی تباہی کے بعد تعمیر نو کے لیے اخراجات کا تخمینہ لگانا یقیناً اہم ہوتا ہے لیکن غزہ کے معاملے میں اہم ترین سوال یہ ہے کہ کیا فلسطینی اتھارٹی حماس کی جگہ غزہ کا انتظام سنبھالنے کے لیے واقعی تیار ہے۔

۲۶ اگست ۲۰۱۴ء کو اسرائیل اور حماس کے درمیان ہونے والی جنگ بندی کے بعد اب توجہ غزہ کی تعمیر نو کی جانب منتقل ہو رہی ہے۔ حالیہ تنازع سے قبل بھی اس خطے میں انسانی، معاشی اور سماجی صورتِ حال انتہائی دشوار تھی۔ اب جب کہ فلسطینی اتھارٹی نے اس تباہ شدہ علاقے کی خاطر بین الاقوامی امداد کی اپیل کی ہے، آئندہ ہفتوں میں امداد دینے والی اقوام کے ذمہ داران کی دو

ملاقاتیں طے ہیں: ایک مرتبہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کے موقع پر ۲۲ ستمبر کو نیویارک میں اور دوسری مرتبہ ۱۲ اکتوبر کو جب قاہرہ میں خاص اسی حوالے سے عطیاتی کانفرنس منعقد ہوگی۔

ان اجلاسوں میں نہ صرف امداد کے لیے مطلوبہ رقم مہیا کرنا پیشِ نظر ہوگا بلکہ اس کی تقسیم اور استعمال کا طریقِ کار بھی طے کیا جائے گا۔غزہ کے سابقہ بحران کی طرح اب بھی بڑے پیمانے پر بین الاقوامی امداد کی راہ میں بڑی رکاوٹ غزہ پر حماس کا کنٹرول ہے۔ یہ سوال اپنی جگہ موجود ہے کہ کیا حماس علاقے کا کنٹرول چھوڑنے میں سنجیدہ ہے۔ جواب سے قطع نظر مصری، اسرائیلی اور فلسطینی اتھارٹی کے حکام کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی برادری بھی مسلسل اصرار کر رہی ہے کہ بڑی امداد کی فراہمی کا واحد جائز راستہ فلسطینی اتھارٹی ہی ہے۔

بار بار کی لڑائی اور عطیات

حالیہ جنگ گزشتہ چھ سال میں اسرائیل اور حماس کے درمیان ہونے والا تیسرا بڑا تصادم تھا۔ تعمیرِ نو کے نقطۂ نظر سے اس مرتبہ کی مہم ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء کے آپریشن 'کاسٹ لیڈ' سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ مارچ ۲۰۰۹ء میں جنگ کے بعد بین الاقوامی امدادی اداروں اور ممالک نے مصر اور ناروے کی میزبانی میں ایک ڈونرز کانفرنس کا انعقاد کیا جو مصر کے تفریحی شہر شرم الشیخ میں ہوئی۔نوے ممالک اور غیر حکومتی تنظیموں نے اس کانفرنس میں حصہ لیا اور ۷ء۴ ارب ڈالر امداد کے وعدے کیے گئے،جن میں سے ۶ء۱ ارب ڈالر غزہ کے لیے جبکہ بقیہ رقم فلسطین کی عمومی معاشی ترقی اور فلسطینی اتھارٹی کی معاونت کے لیے تھی۔سب سے زیادہ امداد کے وعدے سعودی عرب نے (ایک ارب ڈالر)،امریکہ نے (نوسو ملین ڈالر) اور یورپ کی طرف سے وعدہ کیے گئے کُل سوا ارب ڈالر میں سے ۲۲۰ ملین ڈالر کا وعدہ ڈنمارک نے کیا۔

اس طرح شرم الشیخ کانفرنس فلسطینی اتھارٹی کی ان توقعات سے بڑھ کر کامیاب ثابت ہوئی جن کا اظہار اس نے جنگ کے بعد اپنی رپورٹ (بعنوان: فلسطین کی جلد قومی بحالی اور غزہ کی تعمیرِ نو کا

منصوبہ) میں کیا تھا۔ اس رپورٹ کا ہدف ۲۷ ارب ڈالر امداد کا حصول تھا جس میں سے نصف رقم غزہ میں استعمال کی جانی تھی۔ بعد میں آنے والی رپورٹس کی طرح اس رپورٹ میں بھی تعمیری و ترقیاتی منصوبے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے جامع منصوبہ پیش کیا گیا تھا۔ ان میں بنیادی ڈھانچے (بشمول رہائش، تعمیرات، توانائی اور نقل و حمل)، زراعت اور نجی صنعت، سماجی تحفظ (بشمول صحت و تعلیم)، لوازماتِ حکومت اور قدرتی وسائل سے متعلق تفاصیل شامل تھیں۔ اُس وقت کی یورپی یونین کے خارجہ امور کے نگران جیویر سولانا نے اس منصوبے کی تہہِ دل سے حمایت کی اور کہا کہ عالمی برادری کو بھی اس کی پُر زور حمایت کرتے ہوئے فلسطینی اتھارٹی کو تعمیر نو میں قائدانہ کردار ادا کرنے کے قابل بنانا چاہیے۔

تاہم امداد کنندگان کی ساری نیک نیتی اور ایک امدادی پروگرام کے لیے غزہ کی واضح ضرورت کے باوجود ان میں سے اکثر وعدے ایفا نہ ہو سکے۔ وجوہات سیاسی اور سلامتی سے متعلق تھیں، جن کا تعلق بالعموم علاقے پر ۲۰۰۷ء سے جاری حماس کی حکومت سے ہے، جب حماس نے فلسطینی اتھارٹی کو بے دخل کر کے اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔ ان خدشات کو اقوامِ متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی مون نے ۲ مارچ ۲۰۰۹ء کو یوں بیان کیا تھا: ''ہمارا پہلا اور ناگزیر ہدف ایک کھلی راہداری ہے، تاہم اس بات کو یقینی بنانا بھی ضروری ہے کہ ناجائز اسلحہ غزہ میں نہ پہنچ سکے۔''

اگرچہ تب اور اب میں سیاسی اور سلامتی سے متعلق بیشتر امور یکساں ہیں لیکن ایک واضح فرق زیرِ زمین سرنگوں کا وہ وسیع جال ہے جس کے ذریعے غزہ اور جزیرہ نمائے سینا کے درمیان غیر قانونی تجارت ہوتی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام کی ۲۰۱۰ء کی رپورٹ کے مطابق اس وقت غزہ کی معاشی حالت میں معمولی بہتری میں ایک بڑا کردار مصر اور غزہ کے درمیان سرنگوں کے ذریعے بڑھتی ہوئی تجارت اور اشیائے ضروریہ کی فراہمی تھی۔ تاہم گزشتہ سال کے دوران مصری فوج نے ان سرنگوں کے خلاف اس حد تک کارروائی کی ہے کہ یہ سرنگیں جنہیں ۲۰۱۰ء کی رپورٹ میں غزہ کی رگِ جان قرار دیا گیا تھا، تقریباً غیر فعّال ہو چکی ہیں۔

درپیش کام کا حجم

غزہ کی تعمیرِ نو کے لیے اس مرتبہ جس قدر وسائل طلب کیے گئے ہیں، وہ بجا طور پر گزشتہ سالوں میں مانگے گئے وسائل سے کافی زیادہ ہیں۔ اس مرتبہ لڑائی کے دوران صرف بنیادی ڈھانچے کو پہنچنے والا نقصان ہی اچھا خاصا ہے۔ اقوامِ متحدہ اور فلسطین کے ابتدائی تخمینوں کے مطابق تقریباً ۲۰ ہزار رہائشی مکانات تباہ جب کہ مزید ۴۰ ہزار ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے ہیں۔ غزہ کے ۳۲ میں سے ۱۵ ہسپتال متاثر ہوئے ہیں جن میں سے ۹ اب تک بند ہیں۔ علاقے کے واحد بجلی گھر کی ٹربائن اور ایندھن کے ذخیرے کو بھی کافی نقصان پہنچا ہے۔ ۳۶۰ کارخانے متاثر ہوئے جن میں سے ۱۲۶ مکمل طور پر تباہ ہو گئے۔ ۲۲ سکول تباہ اور اندازاً ۱۸۸ متاثر ہوئے۔ ساڑھے آٹھ ہزار ایکڑ سے زائد زرعی زمین کو نقصان پہنچا۔ انسانی حوالے سے بات کی جائے تو غزہ کے ۱۸ لاکھ باسیوں میں سے ایک لاکھ اب بھی در بدر ہیں۔ ۴۰ فیصد آبادی پانی کی فراہمی سے محروم ہے اور اوسطاً دن کے ۱۸ گھنٹے بجلی کی فراہمی معطل رہتی ہے۔ اگرچہ مسائل تو جنگ سے قبل بھی موجود تھے لیکن اب یہ شدید تر شکل اختیار کر چکے ہیں۔ غیر ملکی امدادی کارکنوں اور اسرائیلی فوج کے اعلیٰ افسران کے مطابق غزہ میں توانائی، پانی اور نکاسی کا بنیادی ڈھانچہ پہلے ہی ناگفتہ بہ حالت میں تھا۔ بے روزگاری ۵۰ فیصد کے قریب پہنچ رہی تھی اور دو تہائی آبادی کسی نہ کسی شکل میں عطیات وصول کر رہی تھی۔ فلسطین کی اقتصادی کونسل برائے ترقی و تعمیرِ نو، جو فلسطینی اتھارٹی کا راملہ میں قائم کردہ ادارہ ہے، نے حال ہی میں جنگ کے بعد دو سو صفحات پر مشتمل رپورٹ مرتب کی ہے، جس کے مطابق تعمیرِ نو کے اخراجات ۷.۸ ارب ڈالر تک ہوں گے۔ اس میں ۴۵۰ ملین ڈالر کی فوری انسانی امداد، یعنی کھانا، ادویات، جنریٹرز، عارضی رہائش گاہوں کے لیے جب کہ ۳ ارب ڈالر ایسے طویل المدت ترقیاتی منصوبوں کے لیے درکار ہیں جو جلد مکمل نہ ہو سکیں گے، جیسے ایئر پورٹ اور بندرگاہ۔ بقیہ ۴.۴ ارب ڈالر تعمیرِ نو کے لیے طلب کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں جنگ سے ہونے والے براہِ راست نقصان کی مد میں ۱.۷ ارب ڈالر رہائشی اور بنیادی

ڈھانچے سے متعلق عمارات کی تعمیر کے لیے ہیں جب کہ تقریباً ۲ ارب ڈالر نسبتاً غیر واضح بالواسطہ نقصانات کے ازالے کے لیے ہیں۔

صرف فلسطینی تناظر ہی میں نہیں بلکہ عطیات جمع کرنے کی ہر مہم میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درکار رقم کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے یا تعمیرنو اور طویل مدتی ترقیاتی منصوبوں کو ملا کر بیان کر دیا جاتا ہے۔ یہ بھی واضح نہیں ہے کہ کیا ان تخمینوں میں ان بھاری اخراجات کا تخمینہ بھی شامل ہے جو غزہ میں لائے جانے والی ایسی اشیاء کا معائنہ کرنے پر اٹھیں گے، جن کا دوہرا استعمال ممکن ہے۔ مثال کے طور پر ایک صحافتی ذریعے کے مطابق فلسطینی اقتصادی کونسل برائے ترقی وتعمیر نو نے غزہ کے توانائی کے شعبہ کے لیے اڑھائی کروڑ ڈالر کے اخراجات کا تخمینہ لگایا جب کہ ایک آزاد فلسطینی تحقیقی ادارے کے مطابق یہ اخراجات تقریباً ۴۵ ارب ڈالر ہو سکتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ فلسطینی کونسل کی یہ رپورٹ فوری انسانی امداد، تعمیرِ نو کے اخراجات اور مستقبل کی ترقیاتی ضروریات کا مطالعہ کرنے والی تین الگ الگ ٹیموں نے مرتب کی ہے۔ یہ انداز اس لحاظ سے مفید ہے کہ امدادی تنظیمیں بالعموم ان مقاصد میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ حصہ ڈالتی ہیں۔

علاوہ ازیں جنگ کے بعد کے کسی منظرنامے میں نجی شعبے کے کردار کو بھی زیرِ بحث لانا ہوگا۔ مشرقِ وسطی میں امن عمل کے لیے اقوامِ متحدہ کے خصوصی رابطہ کار رابرٹ سیری کا بھی یہی کہنا تھا کہ غزہ کی سلامتی کو طویل مدت کے لیے ممکن بنانے کے لیے تعمیرِ نو کے ایسے پروگرام کی ضرورت ہے جس میں اقوامِ متحدہ کی معاونت، فلسطینی اتھارٹی کی نگرانی اور نجی شعبے کا بنیادی کردار ہو۔

حماس اور فتح میں تعلقات کی بحالی

اگر امدادی کاوشوں کو فوری انسانی بحالی سے آگے بڑھانا مقصود ہے اور اگر غزہ کے باسیوں کو جنگوں اور پھر تعمیرِ نو کی بار بار کی تکلیف سے نکالنا ہے تو فلسطینی اتھارٹی اور بین الاقوامی امداد کنندگان کو غزہ کی پٹی پر حماس کے مستقل کنٹرول کی شکل میں موجود بڑی رکاوٹ کی طرف توجہ دینا ہوگی۔ پائیدار

بحالی کے کسی پروگرام کے لیے لازم ہے کہ غزہ کی سرحد کو کھولا جائے تاکہ تعمیراتی سازوسامان کی بڑے پیمانے پر درآمد ممکن ہو۔ تاہم اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۲۰۰۹ء میں اسلحہ کی غیر قانونی تجارت کے حوالے سے جن سکیورٹی خدشات کا اظہار کیا تھا وہ اب بھی برقرار ہیں۔ یہ خدشہ بھی موجود ہے کہ حماس دوہرے استعمال کی حامل اشیاء کو سرنگیں کھودنے، راکٹ بنانے اور دیگر عسکری مقاصد کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔ راہداری کھولنے سے قبل سرحدوں پر معائنہ اور کسی بھی چیز کے حتمی استعمال کی جانچ کے لیے ایسا سخت گیر نظام بنانا ہوگا جو مشترکہ طور پر فلسطینی اتھارٹی اور اقوامِ متحدہ کے تحت ہو جب کہ اس میں مصر اور اسرائیل کی رائے بھی شامل ہو۔

مزید بنیادی اہمیت اس بات کی ہے کہ غزہ کی مختلف وزارتیں، سرکاری محکمے اور سلامتی کے ادارے حماس کی نیم تحلیل شدہ حکومت سے فلسطینی اتھارٹی کو منتقل کیے جائیں۔ اپریل میں حماس اور فتح کے درمیان ہونے والے مفاہمتی معاہدے کا تقاضا بھی یہی ہے، لیکن اب تک اسے عملی جامہ پہنایا نہیں جا سکا۔ امداد دینے والے زیادہ تر ادارے اور ممالک حسبِ قانون، حماس جیسے گروہ کے ساتھ ــــ جسے دہشت گرد قرار دیا جا چکا ہو ــــ کام نہیں کر سکتے۔ اس لیے تعمیرِ نو کے لیے فلسطینی اتھارٹی کا متحرک کردار ایک عملی ضرورت ہے۔ لیکن اسی قدر اہم فلسطین کی داخلی سیاست کا منظرنامہ بھی ہے۔ حماس کو امداد کی فراہمی کا ذمہ دار نہیں بنایا جا سکتا۔ انکارِ مسلسل اور جنگ کا صلہ اربوں ڈالر کی بین الاقوامی امداد کی صورت میں نہیں دیا جا سکتا۔ گزشتہ ہفتے کے دوران مغربی کنارے میں قائم فلسطینی اتھارٹی کی ذمہ دار فتح کی قیادت اور حماس کے عہدیداران کے درمیان غزہ پر کنٹرول کے حوالے سے باہم الزام تراشی دیکھنے میں آئی ہے۔ فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے حماس پر خطے میں ایک متوازی حکومت چلانے کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ فلسطینی اتھارٹی کو یک جان ہو کر ایک انتظام کے تحت کام کرنا چاہیے، جس کے تحت غزہ کی پٹی بھی ہو۔

اس پس منظر میں عبوری رابطہ کمیٹی، جو فلسطینی اتھارٹی کے لیے عطیات جمع کرنے کی مستقل

ذمہ دار ہے، کا اجلاس اور اس کے بعد قاہرہ میں ہونے والی عطیاتی کانفرنس فلسطینی اتھارٹی اور اس کے معاونین کو غزہ کی امداد کے لیے طریق کار وضع کرنے میں معاون ہوگی۔ بالخصوص فلسطینی اتھارٹی کو غزہ کی حکومتی بیوروکریسی اور سرحدی راہداریوں پر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے اپنی حکمتِ عملی کی وضاحت کرنا ہوگی۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، بین الاقوامی عطیہ کنندگان کو مالی، ترقیاتی اور سلامتی کے امور سے متعلق معاونت کے ساتھ ساتھ، دنیا کے سامنے اس اصول کی صراحت بھی کرنا ہوگی کہ فلسطینی اتھارٹی ہی اس امداد کو وصول کرنے کی واحد مجاز ہے۔ عملی حوالے سے اس سے مراد یہ ہے کہ تمام متعلقہ فریقوں کے درمیان یہ اتفاقِ رائے پیدا کیا جائے کہ اگر حماس معائنے کے نظام کو دھوکہ دینے یا کسی اور طریقے سے جنگ کے بعد تعمیرِ نو کے نظام کو نقصان پہنچانا چاہے تو اس کے خلاف کیا اقدامات کیے جائیں گے۔ مختصر یہ کہ حماس اور فتح کے درمیان غزہ کے مستقبل کے لیے کشمکش جاری رہے گی۔

[نیری زِلبر، واشنگٹن انسٹی ٹیوٹ کے وزیٹنگ سکالر، صحافی اور مشرقِ وسطیٰ کی سیاست وثقافت پر ایک محقق ہیں۔ وہ اسرائیل میں پلے بڑھے اور سنگاپور، اسپین اور امریکہ سے بھی تعلیم پائی۔]

(ترجمہ: سید ندیم فرحت گیلانی)

Source: http://www.washingtoninstitute.org/policy-analysis/view/the-politics-of-rebuilding-gaza